9

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ

(فرمودہ 8؍اپریل 1949ء لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد ذیل کی آیت قرآنیہ تلاوت کی:

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ 1

پھر فرمایا:

"دنیا کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی حقیقت پر اگر غور نہ کیا جائے تو انسان ظاہری حالات سے ان چیزوں سے غلط نتائج اخذ کر لیتا ہے۔ مثلاً انسان کو ہی دیکھ لو وہ بولتا ہے۔ اب ایک ناواقف انسان جس نے کسی کو بولتے نہیں دیکھا وہ جب کسی کو بولتے ہوئے دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ خود نہیں بول رہا بلکہ ایک مشین ہے جو بول رہی ہے یا اس کے اندر کوئی چیز ہے جو باتیں کر رہی ہے یا گراموفون ہے۔ ایک ناواقف آدمی جس نے پہلے کبھی گراموفون نہ دیکھا ہو وہ جب اسے دیکھتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ اس کے اندر کوئی چیز بیٹھی ہے جو بول رہی ہے۔ ہمارے گھر کا ہی ایک لطیفہ ہے۔ میاں بشیر احمد صاحب کی لڑکی امۃ اللطیف کو جب وہ چھوٹی عمر کی تھی گھر والے پہلی دفعہ جمعہ پر لے گئے۔ اس سے پہلے اس نے لاؤڈ سپیکر نہیں دیکھا تھا۔ میاں صاحب کے بچے عام طور پر چھوٹی عمر میں ہسٹیریکل (HYSTERICAL) ہوتے ہیں۔ وہ جلد ہی رونے اور گھبرانے لگ جاتے ہیں۔ امۃ اللطیف جب اس جگہ جا کر بیٹھی جہاں عورتیں جمعہ پڑھا کرتی تھیں اور میں نے خطبہ دینا شروع کیا تو اس کے پاس جو لاؤڈ سپیکر کا ایک ڈبہ لگا ہوا تھا جونہی اس نے میری آواز سنی

اس نے چیخیں مار کر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی چچا ابا اس ڈبے میں بند ہیں انہیں اس ڈبہ سے جلدی نکالو۔ اس نے سمجھا کہ میں اس ڈبہ کے اندر بیٹھا ہوا بول رہا ہوں۔ اس لیے اس نے بے تحاشا رونا شروع کر دیا۔ گھر والے اسے بہتیری تسلی دلائیں مگر وہ یہی کہتی چلی جائے اس ڈبہ سے چچا ابا کی آواز آرہی ہے، چچا ابا اس ڈبہ میں بند ہیں انہیں نکالو۔

غرض جب کوئی ناواقف آدمی لاؤڈ سپیکر کے کسی ڈبہ کو دیکھتا ہے اور اسے آواز آتی ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ کوئی شخص اس ڈبہ کے اندر بیٹھا ہے اور بول رہا ہے۔ اسی طرح گراموفون ہے۔ ایک شخص اسے دیکھ کر ناواقفیت کی وجہ سے سمجھ لیتا ہے کہ اس کے اندر کوئی آدمی بیٹھا ہے یا کوئی جِنّ بیٹھا ہے جو بول رہا ہے۔ غرض بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ظاہری طور پر ان سے غلط نتیجہ نکل آتا ہے۔ جب ایک انسان مادی اشیاء میں دھوکا کھا سکتا ہے تو روحانی اشیاء میں جو زیادہ اعلیٰ ہیں اسے کیوں دھوکا نہیں لگ سکتا۔ جس طرح ایک چیونٹی جب کسی ہاتھ کو ہلتا ہوا دیکھتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ ہاتھ اپنی ذات میں ایک ہلنے والی چیز ہے۔ اسی طرح ایک ناواقف انسان جب کسی مزدور کو کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اپنے منشا سے کام کر رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت کچھ اَور ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی بہت سی صفات اسی طرح جاری کی ہیں کہ ان کے ظاہر کرنے کے لیے اس نے انسان کو واسطہ بنایا ہے۔ جس طرح انسانی دماغ نے ہاتھ کو ذریعہ بنایا اُسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنی صفات کو ظاہر کرنے کے لیے انسان کو ذریعہ بنا لیتا ہے۔ یا مثلاً انسان آنکھوں سے دیکھتا ہے، کانوں سے سنتا ہے اور زبان سے چکھتا ہے ایک ناواقف یہ سمجھتا ہے کہ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، زبان چکھتی ہے۔ حالانکہ آنکھ کان زبان سب چیزیں دماغ کے تابع ہیں۔ آنکھ نہیں دیکھتی بلکہ دماغ دیکھتا ہے۔ کان نہیں سنتے بلکہ دماغ سنتا ہے۔ انگلی چُھو کر کسی چیز کو محسوس کرتی ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ انگلی خود یہ کام کرتی ہے بلکہ انگلی دماغ کو اطلاع دیتی ہے۔ جب وہ کسی چیز کو چُھوتی ہے تو وہ دماغ کو اطلاع دیتی ہے کہ ہم چُھوتے ہیں۔ آگے دماغ اس کی کیفیت کا پتہ لگا کے یہ بتاتا ہے کہ آیا وہ سخت ہے یا نرم۔ اگر وہ چیز گُدگُدی[2] یا لچکدار ہے تو دماغ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ نرم ہے۔ یا مثلاً آنکھ دیکھتی ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ آنکھ خود دیکھتی ہے بلکہ وہ صرف دماغ کو اطلاع دیتی ہے آگے دماغ خود فیصلہ کرتا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے چھوٹی ہے

یا موٹی، سرخ ہے یا سفید، زرد ہے یا کسی اَور رنگ کی ہے۔ ایک واقف انسان یا علم رکھنے والا انسان فوراً جان لیتا ہے کہ درحقیقت دماغ دیکھ رہا ہے آنکھ نہیں دیکھ رہی۔ آنکھ کی مثال تو دُوربین کی سی ہے۔ یہی حال کانوں کا ہے۔ کان آواز نہیں سنتے بلکہ دماغ سنتا ہے۔ ہماری زبان جب چکھتی ہے، ہمارے ہونٹ اوپر نیچے حرکت کرتے ہیں تو یہ حرکت وہ خود نہیں کر سکتے بلکہ اس حرکت کا دماغ سے تعلق ہے۔ کان بھی خود آواز نہیں سنتے۔ ہوا کان کے سوراخ کو چُھوتی ہے اور آگے دماغ اس آواز کو محسوس کرتا ہے مگر بظاہر نظر یہی آتا ہے کہ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتے ہیں، انگلیاں چُھوتی ہیں، زبان چکھتی ہے اور یہی نتیجہ ہم اس سے نکال لیتے ہیں لیکن درحقیقت نہ آنکھ دیکھتی ہے، نہ کان سنتے ہیں، نہ انگلیاں چُھوتی ہیں اور نہ زبان چکھتی ہے بلکہ ان کے پیچھے دماغ ہے جو کام کر رہا ہے۔ یہ سب اشیاء بطور آلہ کے ہیں۔ یہی صورت انسان کی ہے۔ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو ناواقف آدمی خیال کر لیتا ہے کہ یہ اس کی ذاتی خوبی ہے حالانکہ خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کے ظہور کے لیے انسان کو واسطہ بنایا ہے اور ہم سمجھ لیتے ہیں کہ وہ کام انسان کر رہا ہے اور ان صفات کو انسان کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً دولت ہے دُنیا میں جس آدمی کے پاس دولت ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ دولت مند ہو گیا ہے۔ لوگ اس کے محتاج ہوتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں حالانکہ دولت حقیقی نہیں بلکہ ایک نسبتی چیز ہے۔ ہم اسے دولت تو قرار دے لیتے ہیں یا اسے دولت کا نام تو دے لیتے ہیں لیکن درحقیقت وہ دولت دولت نہیں۔ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جن کے لیے یہی دولت مصیبت اور دکھ کا موجب ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں کوئی شخص بھوکا پیاسا جنگل میں جا رہا تھا۔ کئی دنوں کا اسے فاقہ تھا۔ اسے راستہ میں ایک تھیلی ملی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس نے خیال کیا کہ شاید اس میں بُھنے ہوئے دانے ہوں گے یا گندم کے کچے ہی دانے ہوں گے اور ان کے ساتھ وہ اپنی زندگی کو سلامت رکھ سکے گا۔ اُس نے تھیلی اٹھا لی اور اسے کھولا تو اس نے دیکھا کہ اس تھیلی میں قیمتی موتی ہیں۔ اس نے نہایت حقارت سے اس تھیلی کو پرے پھینک دیا اور خود آگے چل دیا۔

غرض وہی دولت جسے انسان اپنے لیے نہایت مفید چیز سمجھتا ہے وہی انسان کے لیے بعض دفعہ تکلیف اور دکھ کا موجب بن جاتی ہے اور وہ اسے صدمہ پہنچاتی ہے بجائے اس کے کہ وہ اس کی

جان بچائے۔ مثلاً کھانا ہے انسان اسے استعمال کرتا ہے اس کے بغیر اس کا گزارہ نہیں مگر بسا اوقات بیماری میں وہی کھانا انسان کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ کپڑا ہے انسان پہنتا ہے اور اس کا پہننا زندگی کے لیے ضروری ہے مگر بعض سخت قسم کی کھجلیوں میں اعلیٰ قسم کا لباس پہننا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ پانی ہے اس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور انسان اسے استعمال کرتا ہے مگر بعض امراض میں پانی سے جان تک ضائع ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح دولت ہے۔ دولت بھی اُسی کے لیے دولت ہے جو اِس سے فائدہ اٹھا سکتا ہو۔ روٹی ہے یہ اُسی کے لیے مفید ہو سکتی ہے جو صحیح طور پر اسے ہضم کر سکتا ہے۔ کپڑا بھی اُسی شخص کے لیے مفید ہو سکتا ہے جس کو اس کے استعمال کرنے کی توفیق ملے۔ ہر چیز دونوں طرف سے مل کر فائدہ دیتی ہے۔ ایک جہت کو اگر خالی چھوڑ دو تو وہ چیز عذاب کا موجب بن جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی بخار کی وجہ سے تپ رہا ہے اور وہ اس قسم کے بخار میں کپڑے کی برداشت نہیں کرتا۔ ڈاکٹر کہتا ہے اس پر کپڑا دو ورنہ نمونیا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ تیماردار ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اس پر کپڑا دیتے ہیں مریض لات مار کر کپڑا پرے ہٹا دیتا ہے۔ اعلیٰ قسم کا کھانا ہے اگر معدہ اسے قبول نہ کرے تو قے ہو جاتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات بجائے طاقت پیدا کرنے کے ضُعف ہو جاتا ہے۔ پانی ہے اس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہی کُتّے کے کاٹے ہوئے کے پاس رکھ دو تو اس کے جسم میں یکدم تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم جھٹکے کھانے لگ جاتا ہے، اس کی گردن اکڑ جاتی ہے، وہ پانی کو دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جیسے کسی پر پٹرول ڈالا جائے تو وہ آگ لگنے کے خیال سے ذرا پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ شکایت کرتا ہے میں مر گیا۔ میں پیاسا ہوں مجھے پانی دو۔ غرض یہی پانی جو انسانی زندگی کا ذریعہ ہے بعض دوسرے حالات میں مُضِر ہو جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ اے انسانو! تمہیں شبہ ہو جاتا ہے کہ تم دولت مند ہو۔ تم سے کبھی چندے طلب کیے جاتے ہیں یا تم سے کبھی قربانی کی خواہش کی جاتی ہے تو تمہیں احساس ہوتا ہے کہ ہم مالدار ہیں اور ہم سے چندوں اور قربانی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ گویا ہم سے مدد مانگی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ اے لوگو! تمہارا یہ اندازہ غلط ہے۔ ہم نے تمہیں اپنی صفات کے ظاہر کرنے

کا ذریعہ بنایا ہوا ہے ورنہ تم حقیقی مالدار نہیں ہو۔ تم کیوں حقیقی مالدار نہیں ہو؟ اس کی وہی دلیل ہے جو میں نے دی ہے کہ اگر تم ظاہری طور پر دولت مند ہوتے ہو تو اس کے معنے صرف اتنے ہوتے ہیں کہ تم دولت کے محتاج ہو اور وہ دولت تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ دراصل اللہ تعالیٰ ہی دولت مند ہے کیونکہ تمہیں تو دولت کی احتیاج ہے لیکن وہ کسی چیز کا محتاج نہیں اور جو شخص کسی چیز کا محتاج ہے وہ تو دولت مند نہیں کہلا سکتا۔ دولت مند وہی ہو سکتا ہے جس کو کوئی احتیاج نہ ہو، جس کو کسی چیز کی حاجت نہ ہو وہی اصل دولت مند ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے باقی لوگ دولت مند نہیں ہو سکتے۔ ایک شخص جس کے پاس بہت سی دولت ہو بسا اوقات وہی دولت اسے کاٹ رہی ہوتی ہے۔ اِسی دولت کی موجودگی میں مالداروں کو قتل کیا جاتا ہے، انہیں لُوٹا جاتا ہے، دنیا میں فساد برپا ہوتا ہے، بغاوتیں ہوتی ہیں۔ پھر بسا اوقات یہی دولت امیروں کی اولادوں کو آوارہ بنا دیتی ہے، حرام خور بنا دیتی ہے، بدکار بنا دیتی ہے۔ یہ سب خرابیاں مال کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بغیر پانی پیئے اور بغیر کھانا کھائے اور بغیر کپڑا پہننے کے کام چلا سکتا ہو تو اصل دولت مند وہی کہلائے گا۔ احتیاج کا پورا ہونا دولت نہیں اس کا نہ ہونا دولت ہے۔ دولت کے تم یہی معنے لیتے ہو کہ تمہاری احتیاج پوری ہو گئی۔ مگر کوئی وقت ایسا بھی آجاتا ہے جب یہ تمہاری احتیاج کو پُورا نہیں کرتی۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ اصل دولت مند اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ اُسے احتیاج ہی نہیں بلکہ الْحَمِیْدُ وہ حمید ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اسے کسی چیز کی احتیاج نہیں بلکہ وہ تمہاری احتیاج کو پورا کرتا ہے۔ تم اس کی تعریف کرتے ہو۔ وہ شخص جو کسی کی مدد کرتا ہے، جو کسی کی مصیبت کو دور کرتا ہے لوگ اُسے کہتے ہیں شکریہ! یا جب کوئی شخص کھانے کو دے دے یا پہننے کو کپڑا دے دے تو دوسرا شخص کہتا ہے شکریہ، مہربانی، عنایت۔ اللہ تعالیٰ بھی حمید ہے کیونکہ جو احسان کرے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیں کسی چیز کی احتیاج نہیں بلکہ ہم تمہاری احتیاج کو دور کرتے ہیں اس لیے حقیقی دولت ہمارے پاس ہے کیونکہ جسے کسی چیز کی احتیاج نہیں ہوتی وہی نقائص سے پاک سمجھا جاتا ہے اور دولت کی طرف توجہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کمزور اور ناقص ہے۔ آخر انسان یہ کیوں چاہتا ہے کہ میرے پاس دولت ہو۔ اِسی لیے کہ وہ کہتا ہے کہ میں کھاؤں، میں پیوں، میں مکان بناؤں لیکن ''میں کھاؤں گا'' کے معنے یہ

ہوتے ہیں کہ میرا جسم تحلیل ہوتا ہے، کمزور ہو جاتا ہے اِس لیے اس میں کچھ اَور لا کر ڈالوں۔ انسان چاہتا ہے کہ میں پانی پیوں، شربت پیوں، لیمونیڈ (LEMONADE)3 پیوں، شراب پیوں یا کوئی اَور بَلا پیوں اِس کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے جسم میں تحلیل واقع ہوتی ہے اور کمزوری پیدا ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کمزوری اور نقص کو دور کرے۔ انسان چاہتا ہے کہ وہ کپڑے پہنے تا وہ ننگا نہ رہے، سردی گرمی سے بچا رہے یا سردی اور تپش سے بچنے کے لیے نہ سہی اسے زینت کے لیے بھی لباس کی ضرورت ہوتی ہے تا وہ اس سے اپنے جسم کو خوبصورت بنائے۔ وہ چاہتا ہے کہ کُرتا پہنے، کوٹ پہنے، ہیٹ پہنے، ٹوپی یا پگڑی پہنے، جوتی یا بوٹ پہنے تا وہ اپنے نقص اور کمزوری کو دور کرے۔ بہرحال جو کوئی بھی ان اشیاء کا محتاج ہے وہ ناقص ہے اور یہ سب اشیاء جس کے بھی کام آنے والی ہیں وہ کمزور ہے۔ اس نکتہ کو اگر سمجھ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ دولت دراصل انسان کی احتیاج اور اس کے ضُعف پر دلالت کرتی ہے۔

پس میں جماعت کے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو دولت مند خیال کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دولت جس پر وہ غرور کرتے ہیں وہی اُنہیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ وہ سخت محتاج ہیں اور انہیں ایسی چیز کی ضرورت ہے جو ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرے اور ان کی یہ احتیاج ان کے ضُعف اور کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ اگر انہیں احتیاج نہ ہوتی تو پھر اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟ پھر کہتے ہیں ہم بھوکے ہیں، ہمارا جسم تحلیل ہو رہا ہے، ہمیں کھانے کی ضرورت ہے۔ ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی کی ضرورت ہے۔ ہمیں جوتی کی ضرورت ہے تا ہمارے پاؤں میں کانٹے نہ چُبھ جائیں یا ان پر مَیل نہ لگے اور وہ گرد آلودہ نہ ہوں۔ ہمیں کپڑے کی ضرورت ہے تا ہم اپنے آپ کو سردی اور تپش سے بچا سکیں یا ہم اپنے آپ کو مزیّن کر سکیں۔ ہمیں مکانوں کی ضرورت ہے تا ہم دھوپ اور سردی سے محفوظ رہیں بارشوں کی وجہ سے بھیگ نہ جائیں۔ یہ ساری کی ساری چیزیں ایسی ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔ کسی دوسرے شہر یا علاقہ میں ہمیں کوئی ضرورت ہوتی ہے تو ہم فوراً گھوڑے پر یا موٹر اور ریل پر جیسی بھی صورت ہو سوار ہو کر اُس شہر یا علاقہ تک جاتے ہیں۔ اگر ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہ ہوتی، اگر ہماری تمام ضرورتیں گھر بیٹھے خود بخود پوری ہو جاتیں تو پھر ہمیں گھوڑے کی کیا ضرورت تھی، موٹر کی کیا ضرورت تھی،

ریل کی کیا ضرورت تھی۔ اگر ہمیں علمِ غیب حاصل ہوتا اور ہم اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں اور دوسرے شہروں اور علاقوں کی خبروں سے باخبر رہ سکتے تو پھر ہمیں ڈاک اور تار کی کیا ضرورت تھی۔ مثلاً اگر ہمیں پتا لگ جاتا کہ امریکہ میں کیا ہو رہا ہے تو ہمیں ڈاکخانہ میں جا کر ٹکٹ خریدنے کی کیا ضرورت تھی تا ہم خط لکھ کر اپنے عزیز کا حال دریافت کریں۔ پس تم اگر غرور سے کہتے ہو ہم دولت مند ہیں ہم اپنی ضروریاتِ زندگی بآسانی خرید سکتے ہیں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ تم اقرار کرتے ہو کہ ہم ناقص ہیں، ہم کمزور ہیں۔ تم جب کہتے ہو کہ ہمارے پاس اعلیٰ قسم کے لباس ہیں، ہمارے پاس سردی اور دھوپ سے بچنے کے لیے سامان موجود ہیں تو اس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم کمزور اور ضعیف ہو ورنہ تمہیں اگر سردی کا خطرہ نہ ہوتا، تمہیں دھوپ لگتی ہی نہ تو پھر تمہیں کپڑوں کی کیا ضرورت تھی، جب تمہیں پیاس لگتی ہی نہ تو پھر تمہیں پانی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ اے لوگو! جس دولت کو تم دولت کہتے ہو درحقیقت وہ دولت دولت نہیں۔

یہاں فقراء سے وہ لوگ مُراد نہیں جن کے پاس پیسے کم ہوں۔ دنیا میں روپے اور پیسے کے لحاظ سے بہت بڑے بڑے امیر لوگ موجود ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے النَّاسُ کہا ہے کہ اے لوگو! اے انسانو! جن میں راتھ شیلڈ4 (ROTHSCHILD) بھی شامل ہے۔ اور فورڈ اور راک فیلڈ اور دوسرے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے آپ کو امراء سمجھتے ہیں اس میں نظام بھی شامل ہے، بڑوڈہ5 کا راجہ بھی شامل ہے، برلا اور دالمیا بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! تم غریب ہو۔ اِس لیے کہ وہ دولت جس کا نام تم نے دولت رکھا ہوا ہے وہ درحقیقت دولت نہیں ہے۔ تم غریب ہو کیونکہ تم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہو کہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ ہمارا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا اور اس کا مفہوم ہی یہ ہے کہ تم ناقص ہو، تم کمزور ہو، تم دولت مند نہیں بلکہ فقیر ہو۔ اصل دولت مند خدا تعالیٰ ہے جس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، کسی قسم کی احتیاج نہیں اور صرف یہی نہیں کہ وہ محتاج نہیں بلکہ وہ تمہاری احتیاج کو دور کرتا اور تمہاری ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی انسان میں قربانی کی کمزوری پائی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی مومنوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ ان

کے لیڈر چندے طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ ہم سے مانگتا ہے۔6 وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ جس چیز کو وہ دولت قرار دے رہے ہیں اور جس چیز کی وجہ سے وہ غرور کر رہے ہیں وہ اصل دولت نہیں۔ اصل دولت مند خدا تعالیٰ ہے جو احتیاج سے پاک ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے دماغ نہیں دیکھتا آنکھ دیکھتی ہے۔ نادان یہی کہے گا کہ آنکھ دیکھتی ہے۔ جس شخص کو علمِ صحیح حاصل ہو اور جو واقفیت رکھتا ہو وہ فوراً کہہ دے گا کہ آنکھ نہیں دیکھتی بلکہ دماغ دیکھتا ہے۔ آنکھ تو صرف ایک ذریعہ ہے دیکھنے کا۔ یا کوئی کہے کان سنتے ہیں تو یہ غلط ہوگا کیونکہ کان نہیں سنتے بلکہ دماغ سنتا ہے۔ کان تو ایک ذریعہ ہے۔ ہوا جب کان کے سوراخ کے ساتھ ٹکراتی ہے تو دماغ اسے محسوس کر لیتا ہے مگر بیوقوف آدمی جسے حقیقت کا علم نہیں وہ یہی سمجھتا ہے کہ کان سنتے ہیں۔ اسی طرح زبان نہیں چکھتی بلکہ یہ صرف ایک ذریعہ ہے جس سے دماغ معلوم کرتا ہے کہ فلاں چیز میٹھی ہے یا کڑوی، اچھی ہے یا خراب۔ اِسی طرح دولت جسے ہم دولت سمجھتے ہیں دراصل دولت نہیں۔ ہم گھروں میں قریباً روز یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ بسااوقات ہم اپنے کسی بچے کو ایک چیز دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں لا ہمیں دے۔ ہمارے ایسا کرنے سے کوئی غرض بھی ہو لیکن بالعموم ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ وہ چیز پکڑ لیتا ہے اور واپس نہیں دیتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ ان کی نیت خراب ہو گئی ہے اور وہ مجھ سے چیز واپس لینا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ وہ اپنے کسی بندے کو دولت دیتا ہے۔ پھر اس کو آزمانے کے لیے کہ آیا یہ دولت واپس دیتا ہے یا نہیں اُسے کہتا ہے کہ یہ دولت مجھے دو۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ دولت میرے ہی کام آئے گی وہ فوراً واپس دے دیتا ہے لیکن نادان لوگ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیتے ہیں۔ جیسے وہ بچہ جو سمجھتا ہے کہ میرا باپ میرے آزمانے کے لیے ایک چیز مجھے دے کر واپس لے رہا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ چیز میرے ہی کام آئے گی اپنے باپ کے واپس مانگنے پر اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کھینچتا بلکہ فوراً وہ چیز واپس کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھلا ہمارے چندوں کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کبھی ایسے چندے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو اوپر آسمان پر چلے جاتے ہوں؟ کبھی قربانی کا گوشت خدا تعالیٰ بھی کھاتا ہے؟ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ قربانی کا گوشت ہم نہیں کھاتے تم ہی کھاتے ہو۔ پھر تم چڑتے بھی ہو کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک چیز دے کر واپس لے لی۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی دنبہ خدا تعالیٰ کو پسند آ گیا ہو اور وہ

اسے اوپر اٹھا کر لے گیا ہو؟ کیا کبھی کسی نے ایسا ہوتے دیکھا ہے؟ وہ گوشت تم لوگ ہی کھاتے ہو، تمہارے بھائی کھاتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے یہ سامان نہ کیا ہوتا تو وہ لوگ صرف بکرا ہی نہ کھاتے بلکہ تمہارے سامان کو بھی اٹھا کر لے جاتے اور تمہارے بیوی بچوں کو قتل کر دیتے۔

جب امرتسر میں فساد ہوا اور مسلمان غیر مسلموں سے لڑ رہے تھے اُن دنوں مسلم لیگ کے اکثر لیڈر میرے پاس مشورہ کے لیے آتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ دفاع کے سیکرٹری مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ میں نے اُن سے کہا جو لوگ کام کر رہے ہیں انہیں پیسے بھی دیا کریں ورنہ وہ لٹیرے بن جائیں گے۔ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی ان حوائج سے پاک ہے انسان پاک نہیں۔ اگر آپ لوگ انہیں پیسے نہیں دیتے تو وہ ڈاکے مارنے لگ جائیں گے اور پھر ان کے کیریکٹر کی حفاظت مشکل ہوگی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ اب بھی عملاً ایسا ہو رہا ہے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ چند آدمی میرے گھر پر آئے وہی ورکر جو میرے ماتحت کام کرتے تھے اور جو لیگ کے ماتحت خدمت بجا لا رہے تھے۔ انہوں نے میری ایک گائے کو کھول لیا۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اسے ذبح کر کے کھائیں گے۔ میں نے کہا ایسا نہ کرو گائے دودھ دیتی ہے اور میرے بچے اس کا دودھ پیتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کو اپنے اور اپنے بچوں کے لیے دودھ کی ضرورت ہے۔ تو کیا ہمیں پیٹ بھرنے کے لیے روٹی کی بھی ضرورت نہیں؟ میں نے کہا روٹی تو تھوڑے پیسوں میں بھی میسر آجاتی ہے مگر گائے تو بہت زیادہ قیمتی ہے۔ انہوں نے کہا اچھا گائے رکھ لیں اور ہمیں روٹی کے لیے پیسے دے دیں۔ چلیں اس کی آدھی قیمت کے برابر ہی دیں۔ مسلم لیگ کے اس لیڈر نے مجھے بتایا کہ آخر میں نے چالیس پچاس روپیہ دے کر بڑی مشکل سے اپنا پیچھا چُھڑایا۔

اب دیکھو! وہی چیز جس پر لوگ غرور کرتے ہیں ایک وقت میں ان کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے اور اس سے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تم ہی بتاؤ آخر ہم چندے کہاں خرچ کرتے ہیں؟ ان میں سے کچھ تنظیم میں خرچ ہوتے ہیں اور کچھ حصہ ان کا احمدیت کے پھیلانے میں خرچ ہوتا ہے۔ اور احمدیت جب پھیلے گی تو اس کا فائدہ بھی جماعت ہی کو ہوگا خدا تعالیٰ کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یا اگر ان چندوں سے بچوں کو پڑھوایا جائے تو اس سے جماعت کا ہی فائدہ ہے

خدا تعالیٰ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ کبھی ان کا بچہ پڑھے گا اور کبھی ان کے ہمسایہ کا بچہ پڑھے گا۔ اسی طرح دولت بڑھے گی تو انہی کا فائدہ ہوگا۔ بچوں کی تربیت ہوگی تو جماعت کو ہی اس کا فائدہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کو اس میں سے کچھ بھی نہیں جاتا یہ سب جماعت کو ہی ملتا ہے۔ یا پھر لنگر پر خرچ ہوتا ہے مگر کیا لنگر میں خدا تعالیٰ آکر کھانا کھاتا ہے؟ چندہ دینے والے ہی جلسہ پر آکر کھانا کھاتے ہیں۔ یا جلسہ کے موقع پر روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے تو اس کا فائدہ بھی چندہ دینے والوں کو ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو اس سے کیا فائدہ؟ مفت کا ثواب مل جاتا ہے ورنہ تمہارے ہی پیسے ہوتے ہیں اور تمہارے ہی کام آتے ہیں۔ تم جو چندہ دیتے ہو اس سے ہم مثلاً گیہوں خریدتے ہیں اور پھر اس سے تمہارے لیے روٹی تیار کرتے ہیں یا مسالا وغیرہ خرید کر تمہارے لیے سالن تیار کرتے ہیں۔ پھر اگر ان چندوں میں سے تمہارے اجتماع کے موقع پر صفائی کرائی جاتی ہے تو اس کا خدا تعالیٰ کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ تم ہی بیماریوں اور گندگی سے بچتے ہو خدا تعالیٰ کو تم کیا دیتے ہو۔ روشنی کی جائے گی تو اس سے خدا تعالیٰ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ صفائی ہوگی تو وہ بھی تمہارے لیے ہی مفید ہوگی۔ جلسہ ہوگا تو تم ہی جا کر وہاں باتیں سنو گے خدا تعالیٰ کو کیا ملا؟ یا مدرسہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے لڑکے وہاں پڑھا کرتے ہیں؟ تمہارے ہی لڑکے پڑھتے ہیں مگر نام یہ دے دیا جاتا ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کو دے دیا اور خدا تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ تم نے مجھے دیا۔ اس سے عجیب سودا دنیا میں اَور کیا ہوگا۔ دنیا میں سب لوگ ہی کچھ رقوم قومی کاموں پر خرچ کرتے ہیں۔ مگر فرق کیا ہوتا ہے؟ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ دیتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انسانوں کو دیا مگر تم دیتے ہو تو کہا جاتا ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کو دیا۔ اور خدا تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ میں تمہیں اس کا بدلہ دوں گا اور تمہارا دیا ہوا تمہیں واپس ملے گا۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ اے انسانو! تم دنیا کی ظاہری دولت پر گھمنڈ مت کرو یہ دولت دولت نہیں۔ یہ تو اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ تم محتاج ہو اور محتاج ناقص اور کمزور ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ دولت تمہارے پاس ہوگی اُتنے ہی تم محتاج ہوگے۔ ایک غریب آدمی کے پاس اگر ایک روپیہ ہوتا ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ ایک روپیہ کا محتاج ہے اور ایک امیر کے پاس اگر ایک کروڑ روپیہ ہے تو وہ ایک کروڑ روپیہ کا محتاج ہے۔ ایک روپیہ والا

ایک کروڑ والے جتنا محتاج نہیں۔ غرض جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہوتی ہے اُتنا ہی وہ زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی غنی ہے جو کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اُسے کسی قسم کی ضرورت نہیں۔ وہ سب چیزوں کا مالک ہے لیکن اُسے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر جاندار کو رزق دیتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے نیچے دبے ہوئے کیڑوں کو بھی رزق دیتا ہے مگر خود نہیں کھاتا۔ وہ تمام چیزیں جن کا نام تم دولت رکھتے ہو اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتیں نہ ہی اُسے ان کی ضرورت ہے اور یہی ثبوت ہے کہ وہ غیر محتاج ہے۔ جب کسی شخص کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ کہتا ہے یہ چیز فلاں کو دے دو۔ ایک اَن پڑھ آدمی کو اگر کہیں سے قلم مل جائے اور اسے کوئی شخص پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ تو وہ کہہ دے گا کہ مجھے کہیں سے یہ چیز ملی ہے اگر تمہیں ضرورت ہو تو لے لو۔ وہ تو جہالت کی وجہ سے وہ قلم دے دیتا ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے کمال کی وجہ سے سب چیزیں اپنے بندوں کو دے دیتا ہے۔ چاندی سونا اس کے کام نہیں آتا اس لیے وہ اپنے محتاج بندوں کو دے دیتا ہے۔ مگر اس کے دیئے ہوئے مال سے انسان خیال کر لیتا ہے کہ وہ دولت مند ہو گیا ہے حالانکہ اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ محتاج ہے۔ اس نقطۂ نگاہ کو اگر انسان مدنظر رکھے تو قربانی کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

اسی چیز کو نامکمل طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جو تُو اپنے گھر میں جمع کرتا ہے اُسے کیڑا کھا جائے گا لیکن جو تُو خدا کے گھر میں جمع کرتا ہے وہ کیڑے سے محفوظ رہے گا۔ 7 اس کا بھی وہی مفہوم ہے جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی وہی کچھ کرتا ہے جو تم اپنے بچوں کے ساتھ روزانہ اپنے گھروں میں کرتے ہو لیکن وہ اس کا نام یہ رکھ دیتا ہے کہ یہ مال تم نے بطور قرض مجھے دیا اور کہتا ہے یہ تمہارے لیے ذخیرہ ہے جو تمہیں ملے گا بلکہ اس پر سود بھی ملے گا۔ وہ خود سود دیتا ہے لیکن اپنے بندوں کو سود لینے یا دینے سے منع کرتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کمزور اور غریب ہے اور اس سے سود لینا اُس پر ظلم کرنا ہے لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے ہمارے پاس بہت زیادہ ہے اس لیے ہم سے اگر کوئی سود لے لے تو ہم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

میں دیکھتا ہوں بعض لوگ جو اچھے اچھے عہدوں پر ہوتے ہیں یا ان کے پاس دولت زیادہ ہوتی ہے وہ اس پر گھمنڈ کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان کی احتیاج زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر زائد دولت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ زائد دولت کے معنی ہی یہ ہیں

کہ تم اس کے محتاج ہو۔ اس نقطہ نگاہ کو سمجھ کر انسان حقیقی توکّل کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔ دولت تو ایک نسبتی امر ہے اور اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ جتنا زیادہ روپیہ کسی کے پاس ہوگا اُتنی ہی اس کی ضرورت بڑھ جائے گی۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہ دولت اس کے کس کام کی۔ یہ بات تو ایسی ہے جیسے کھانا ہے۔ اگر معدہ میں کوئی خرابی ہو تو فوراً قَے ہو کر کھانا باہر آجاتا ہے اور بجائے فائدہ اور طاقت دینے کے نقصان اور کمزوری کا موجب بن جاتا ہے۔

غرض ہر چیز جو ہمارے پاس ہے وہ سب خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ اور جب وہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے واپس مانگنے پر اسے دے دینے میں ہچکچاہٹ ہی کیوں ہو۔ جیسے تم بچے کو کوئی چیز دے کر واپس مانگتے ہو تو وہ گھبرا جاتا ہے اور واپس دینے کو اُس کا دل نہیں چاہتا۔ تھوڑے دن ہوئے میری ایک پوتی آ کر میرے پاس بیٹھ گئی۔ اُس وقت ہم ناشتہ کر رہے تھے۔ میری ایک بیوی نے اس کے آگے دو چار بادام اور دو چار کشمش کے دانے رکھ دیئے۔ میں نے اُسے ایک کیلا دیا۔ اُس نے وہ کیلا ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ چھوٹی عمر کی ہے کوئی ڈیڑھ سال کی ہوگی۔ وہ ایک دانہ پکڑتی اور منہ میں ڈال لیتی۔ کھاتے کھاتے وہ ایک دوسرے بچے کو جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگی کہ یہ کیلا چھیل دو۔ اس پر میں نے کہا کہ لاؤ میں کیلا چھیل دوں۔ اس نے یہ سمجھا کہ یہ کیلا چھیننا چاہتے ہیں۔ وہ جُھکی اور ایک ہی دفعہ کشمش کے سب دانے ہاتھ میں لے کر منہ میں ڈال لیے حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک ایک دانہ پکڑ کر کھا رہی تھی اور پھر پیٹھ پھیر کر بے تحاشا بھاگ گئی۔''

اس پر ایک بچہ ہنس پڑا جس پر حضور نے فرمایا

''ایک چھوٹا بچہ اس لطیفہ پر ہنس پڑا ہے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا باپ بھی جب اس سے خدا تعالیٰ کوئی چیز مانگتا ہو تو وہ بچوں کی طرح ایں ایں کر دیتا ہو اور کہتا ہو میں نہیں دیتا۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر چیز دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اس میں سے کچھ میری راہ میں خرچ کرو۔ جب دینے والا ایک چیز واپس مانگتا ہے تو انسان نہیں نہیں کرتا ہے حالانکہ وہ نادان یہ نہیں جانتا کہ اگر میں یہ چیز واپس دے دوں گا تو ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ چیز دی ہے وہ اس جتنی دوبارہ دے دے بلکہ اس سے بھی کئی گُنا زیادہ دے دے۔ اور اس کے بعد پھر اگلے جہان

میں جو ثواب ملتا ہے وہ تو بہت زیادہ ہے۔ وہ زندگی جو اگلے جہان میں ملے گی وہ ابدی زندگی ہے۔جس کے مقابلہ میں یہ دنیاوی زندگی بالکل ہیچ ہے''۔

(الفضل 21/اپریل 1949ء)

1: فاطر:16

2: گدی گدی: نرم، ملائم لچکدار (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 15 صفحہ 906 کراچی 1993ء)

3: لیمونیڈ: (LEMONADE) لیموں کے رس سے تیار کردہ شربت۔

(The Concise Oxford Dictionary of Current English)

4: راتھ شیلڈ: (ROTHSCHILD) (روتھ شیلڈ) ایک یورپی یہودی خاندان جو نہ صرف یورپ کے مختلف ممالک میں بینکاری کے نظام پر حاوی ہے بلکہ امریکہ کے فیڈرل ریزرو کے بنیادی حصہ داروں میں شامل ہے۔ ان کے مشہور لوگوں میں بیرن روتھ شیلڈ شامل ہے جو برطانیہ میں یہودیوں کا نمائندہ تھا اور فلسطین پر یہودی قبضہ کو مستحکم کرنے میں اس کا کردار ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ (وکی پیڈیا، آزاد دائرہ معارف زیر لفظ روتھ شیلڈ "Rothschild")

5: بڑوڈہ: (Baroda) 1721ء تا 1949ء میں ہندوستانی گجرات کی ایک ریاست جس کو موجودہ دور میں Vadodara کہا جاتا ہے۔

(Wikipedia, The Free Encylopedia"Vadodara")

6: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ (المائدہ:65)

7: متی باب 6 آیت 20:19